انتخاب: محمد یوسف شاؔد

''دین اسلام''

(مفکرِ احرار چودھری افضل حقؒ)

● عام قیاس یہی ہے کہ ایک وقت میں دو کام اور ایک لمحہ میں دو دھیان نہیں ہو سکتے۔ اس لئے بعض کے نزدیک ہر وقت خدا کے دھیان سے دنیا کے کام میں خلل کا اندیشہ ہوتا ہے۔ یہ اندیشے قطعی غلط ہیں۔

● نماز اور ذکر سے دل دنیا سے ضرور اُچاٹ ہو جاتا ہے لیکن دنیا کے کام میں دل بستگی زیادہ ہونی چاہیے' دنیا سے دل اُچاٹ ہوگا' خود غرضی' شہرت' نام اور نمود پر مرنا کم ہو جائے گا اور مخلوقِ خدا کی بے غرضانہ خدمت کا پاک جذبہ ترقی کرے گا۔

● نماز دل میں اطمینان کی ٹھنڈک پیدا کرتی ہے جس سے جوانی کا جوش فرو ہوتا ہے۔

● ملک' قوم اور شہنشاہ کی بنا پر لوگ اپنے اور لوگوں کے اعمال کا جائزہ لیتے ہیں۔ ہمارے پاس بھی اللہ کی محبت کی کسوٹی ہے۔ ہم دوست اور دشمن کے عمل کو اسی پر پرکھتے ہیں جو غیر اللہ کی محبت کے لیے عمل ہے' وہ کھوٹا ہے۔ جب دل میں کوئی کمزوری آئے تو پھر اُسی سرکار کی طرف لوٹ جائیں اور سجدوں میں پڑ کر اس سے برکت اور توفیق مانگیں۔ اس کی یاد کو دلوں میں زندہ رکھنے اور نیک کاموں کی توفیق چاہنے کا نام نماز ہے' نماز کے بغیر شیطان خدا کی یاد بھلا دیتا ہے اور اپنے آرام کے لیے مخلوقِ خدا کا امن لُوٹ لینے پر آمادہ کرتا ہے۔

● پاک دامن بیوی ساری دنیا کے سو جانے پر پردیسی پیا کی یاد میں چھپکے روتی ہے دن بھر اداسیوں میں انگڑائیاں لیتی ہے مگر بے قراریاں اور آہ و زاریاں بھی دلفریب ہیں۔ محبت تاروں کی خوشی اور پھولوں کی ہنسی ہے۔ محبت کے بغیر زندگی ساز بے آواز ہے لیکن کسی نے سوچا کہ ان پاک جذبات کا پروردگار کون ہے؟ سوچے گا اور جب سوچے گا سبحانک اللّٰھم وبحمدک پکار اٹھے گا۔

● عقل علم سے پوچھتی ہے' نام میں برکت کیا چیز ہے جس نے کبھی محبت نہیں کی وہ نہیں جانتا کہ محبوب کے ذکر و فکر میں کیا برکت ہے' اس سرور و سرمستی کو کوئی مسرور محبت ہی جانے۔ ذکرِ الٰہی میں ایک بابرکت گھڑی ایسی آجاتی ہے جب کھڑے کھڑے دل پر ایمان و یقین روح پرور ہوائیں چلنے لگتی ہیں پل بھر میں معلوم ہوتا ہے کہ زندگانی کا بنجر گلزار پُر بہار ہو گیا۔

● آم کی حلاوت کو کوئی لفظوں میں کیونکر بیان کرے' محبوب کی محبت کے سرور کو ناآشنا سے کوئی کیا کہے کہ ایسا ہوتا ہے۔ کوئی کسی کو کیسے سمجھائے کہ پیاروں کے پیار کے مقابلہ میں بہشت کی رنگینیاں پھیکی ہوتی ہیں۔ یوں سمجھو کہ اچانک کسی بے نیاز

کی بارگاہِ ناز سے راز و نیاز کا کوئی جانفزا پیغام آ گیا ہو اور کوئی دیدار کی مسرتوں اور ہم نشینی کی لذتوں میں کھویا کھویا ہو کیا کیا جائے روحانی خوشی کی انتہا کامیاب محبت ہی قریبی تخیل ہے۔

● دنیا کی دولت ملکوں کی سلطنت تو سیدھے راہ کی بلند بُرجیاں ہیں لیکن صراطِ مستقیم اس کی جلوہ گاہ ناز پر جا کر ختم ہو جاتی ہے۔ جہاں اس کا حُسن و جمال خوبی و کمال فطرت کے دل آویز پردوں میں چھپا نہیں رہتا بلکہ حُسن کی سرکار محبت کا پیغام پہنچتا ہے اور کبھی محبوب کے رنگین نظارے دل کی دنیا کو اس کے انوار سے جگمگا دیتے ہیں۔ اسی نظارے کی دلفریبیاں یاں تیرے عمل کی آرائش پر منحصر ہیں۔ دل کا آئینہ حُسنِ عمل سے جتنا صاف کیا ہوگا اُسی نسبت سے حُسن کے پروردگار کے نور و سرود میں گوندھی جھلک محو جمال رکھے گی۔

● ہر مذہب کی زبان میں عبادت سے محض محبت کا مفہوم لیا جاتا ہے اس لیے پریت کے گیت سے عشق کی سرشاریوں میں اضافہ کیا جاتا ہے عباداتِ اسلامی میں محض محبت ہی کی کارفرمائی نہیں ہے بلکہ حکم برداریوں میں پُر جوش مجاہد کی طرح خاک اور خون کی بازی کھیلنے کے لیے ہر آن آمادہ رہنا پڑتا ہے۔

● اسلام میں انعام یافتہ لوگوں کا تصور یہ ہے کہ وہ محبوب کی محبت میں آرام حرام کر لیتے ہیں۔ آدھی رات کو وہ خدا کی حمد و تقدیس بیان کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ محبوب نے اپنے جلال و جمال کو چھپانے کے لیے صنعتوں کے جوذ دلفریب پردے روئے رنگین پر ڈالے ہوئے ہیں ان میں سے جمال جہاں آراء کی ہلکی سی جھلک دیکھ اس کی خیر و خوبی کا والہانہ اعتراف کرتے ہیں۔ کبھی اس کے تصور سے جھک جاتے ہیں اور کبھی زمین پر گر جاتے ہیں۔ ساری رات اسی طرح رکوع و سجود میں کاٹ دیتے ہیں۔ صبح ہوتے ہی اس کی خوشنودی کا رزق تلاش کرنے نکلتے ہیں۔ ایک پُر جوش مبلغ کی طرح دنیا کے جھوٹے عشق کی گمراہیوں سے لوگوں کو بچاتے ہیں اور انہیں خدا کی سچی محبت کی راہ پر لگاتے ہیں ان کا دل اور دماغ ہاتھ اور پاؤں پروردگار کے حکموں کی تعمیل میں لگے رہتے ہیں۔ جب ذرا تھک جاتے ہیں تو نماز کے لیے لوٹ آتے ہیں تا کہ اس کی محبت کے بہتے چشمے کے پُر بہار کنارے میں ذرا سستا کر اور ہاتھ منہ دھو کر اسی کے نام کے چند میٹھے گیت آیاتِ قرآنی کی صورت میں گا کر تازہ دم ہو لیں۔ پھر منزل سفر پر روانہ ہو جائیں۔

● انعام یافتہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس کی راہ میں اپنی زندگی دشوار کر لی۔ چولھوں کی راکھ سر پر ڈلوائی پتھر کھائے زخم اٹھائے مگر زمانے میں اپاہجوں کی طرح ہاتھ پر ہاتھ دھر کر نہ بیٹھے بلکہ علم و عقل جسم و جان کو اسباب و قوت فراہم کرنے میں لگائے رکھا مبادا حق و باطل سے دب جائے اور یوں حق کی رسوائی ہو وہ چڑیوں کو باز سے لڑانے زیردستوں کو زبردستوں سے ٹکرانے کا عزم لے کر اٹھتے ہیں وہ گرداب بلا میں اپنے بچاؤ کی نہیں سوچتے بلکہ جان کو جہاز سمجھ کر سب کا بوجھ خود اٹھا کر چلتے ہیں اور ساتھ ساتھ دعاؤں سے توفیق چاہتے ہیں کہ کسی طرح قوم کی کشتی سلامتی کے کنارے لگے۔